# جلیانوالہ باغ (امرتسر)

# تاریخ آزادیٔ وطن کا ایک خونی سنگِ میل

(تیسری قسط)

محمد فاروق قریشی ایڈوکیٹ
لاہور

## مارشل لاء

اس قدر بربریت، ظلم و تعدی کے باوجود برطانوی استعمار کے خونخوار بھیڑیے کا دل نہیں بھرا تھا۔ جلیانوالہ باغ کے خونچکاں واقعے کے صرف دو دن بعد ۱۵ اپریل کو امرتسر میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس نے بے گناہ لوگوں پر جھوٹے مقدمات قائم کیے۔ کئی ایک کو پھانسی کی سزا ہوئی، کئی کو کالے پانی بھیج دیا گیا۔ کئی کو سرعام کوڑے لگائے گئے۔ چوکوں میں ٹکٹکیاں نصب کی گئیں۔ لوگوں کو اوندھے منہ پیٹ کے بل رینگنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ جنرل ڈائر کے حکم پر اس گلی کو بند کر دیا گیا جہاں مس شیروڈ کو زدوکوب کیا گیا تھا۔ کوچہ کوڑیاں والا کھوہ (امرتسر) کی آبادی بڑی گنجان تھی۔ اس جگہ مس شیروڈ کو مشتعل ہجوم کے ہاتھوں نازیبا سلوک کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

جنرل ڈائر نے ایک پچاس گز لمبی گلی کے مکینوں کو انتہائی انسانیت سوز سزا کا مستوجب گردانا۔ گلی کے کسی فرد کو پاؤں کے بل چلنے کی اجازت نہ تھی بلکہ وہ اوندھے منہ ہو کر پیٹ کے بل رینگ کر گلی سے باہر آتے اور جاتے تھے۔ جنرل ڈائر نے ہنٹر کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا تھا:

"جہاں تک مجھے یاد ہے میں سمجھتا تھا کہ اس گلی کو دونوں جانب سے ضرور بند کر دیا جائے تاکہ کوئی ہندوستانی اس سے نہ گزرے اگر کوئی جانا چاہے تو وہ صرف چوپایوں کی طرح چل کر جائے۔"

مسٹر کنہیالال جیسے مارشل لا کے جوروستم کا نشانہ بننا پڑا تھا کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا :

"مجھے بندوق کے کندھے مار مار کر پیٹ کے بل رینگنے پر مجبور کیا گیا۔ میں تھک کر سانس لینے کے لیے رک جاتا تو پٹائی ہوتی۔ بوڑھوں، اندھوں اور اپاہجوں سے بھی یہی سفاکانہ سلوک روا رکھا جاتا۔ بھنگیوں نے آنا جانا چھوڑ دیا تھا اس سے گلی کوچوں میں گندگی کے ڈھیر جمع ہو گئے تھے"۔

اس قدر جبر و استبداد، جور و ستم اور ظلم و بربریت کے باوجود لوگوں کا جذبہ حریت زندہ و سلامت تھا۔ اور وہ اپنے حق سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ جلیانوالہ باغ کے خون ریز واقعے اور پہلے کے حالات کو امرتسر کے ایک نامعلوم شاعر نے منظوم کیا تھا۔

ہوم رول دے حامی، دتے جیلاں نوں ٹور
ستیہ پال، کچلو ویر دے ہیرو کھڑے نہ بھول
رام نومی جو آئی، مسلماں تے ہندوؤں نے بھائی
کچلو دی جے منائی، وجے واجے تے ڈھول
دن دوجا چڑھیا، کچلو حاکماں پھڑیا
ستیہ پال نوں اڑیا، پھڑ کے لے گئے ان بھول
سن کے گیاں نے جاناں، ہندو تے مسلماناں
کر کے بند دکاناں، چلے ڈی سی دے کول
خلقت پل اتے آئی، ڈگے گورے سپاہی
انہاں گولی چلائی، مارے کئی ان بھول
لوکاں طیش جو آیا، نیشنل بنک جلایا
لٹیا ہتھ جو آیا، لوسے بنکاں دے کھول
جنرل ڈائر جو آیا، فوجاں نال لے آیا
اوہنے فیر کرایا، مارے گئے ان بھول

جلیانوالہ باغ کے خونی سانحہ نے ملک کی سیاسی زندگی پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ برطانوی استعمار کے تابوت میں میخ بن گیا۔ ہندوستان کی تمام سیاست امرتسر میں مرکوز ہوگئی۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا سالانہ اجلاس امرتسر میں دسمبر ۱۹۱۹ء میں منعقد ہوا۔ اس کے ساتھ ہی آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا خلافت کمیٹی کے سالانہ اجلاس بھی یہیں منعقد ہوئے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت حکیم اجمل خان نے کی۔ مولانا ابوالوفا ثناءاللہ نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ اس کے بعد ہی کانگریس، مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے اجلاس ایک ہی شہر میں بیک وقت ہونے کی روایت قائم ہوگئی۔

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کھیدڑ (سی۔پی) جیل سے رہا ہوکر سیدھے امرتسر پہنچے جہاں ان کا زبردست استقبال ہو۔ علامہ اقبال، نواب ذوالفقار علی خان، مرزا جلال الدین لاہور سے علی برادران کی پذیرائی کے لیے امرتسر پہنچے۔ مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ میں علی برادران کو مخاطب کر کے علامہ اقبال نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے۔ اس سے جلسہ میں جوش وخروش پیدا ہوگیا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیسان ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشکِ اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہوکر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں طائر کہ ہیں قفس میں بھی بہرہ مند
شہپرِ زاغ و زغن زیبائے قید و بند نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

جلیانوالہ باغ کو دیکھ کر علامہ اقبال نے ارتجالاً فرمایا:

ہر زائرِ چمن سے یہ کہتی ہے خاکِ باغ
غافل نہ رہ جہان میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس خیال سے

پنجاب کو غفلت شعاری، سہل انگاری، تساہل پسندی اور لاتعلقی اور بے رحمی پر مطعون کیا جاتا ہے لیکن تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ برعظیم کی سیاست میں پنجاب بڑا اہم کردار ادا کر چکا ہے۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف سب سے زوردار احتجاجی اور جارحانہ آواز پانچ دریاؤں کی سرزمین سے بلند ہوئی تھی۔ ملک کے باقی حصوں میں احتجاج کی شدت کی نسبت پنجاب کے عشر عشیر بھی نہ تھی۔ البتہ دہلی اور بنگال سے احتجاجی شور کی آواز ضرور سنائی دی تھی۔ حالانکہ رولٹ کمیٹی رپورٹ کے مطابق وضع کردہ قوانین صرف پنجاب کے لیے نہیں بنائے گئے تھے بلکہ ان کا اطلاق تو پورے ملک پر ہوا تھا لیکن پورے ملک نے اس کے خلاف احتجاج میں حصہ نہیں لیا تھا۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج کا مرکز پنجاب کا شہر صرف امرتسر ہی نہ تھا۔ یہ درست ہے کہ امرتسر اس میں پیش پیش تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس احتجاج میں وسطی پنجاب کے شہروں کے علاوہ دیہات نے بھی زبردست حصہ لیا تھا۔ چنانچہ اس کی پاداش میں ان شہروں کے عوام کو بھی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا ان میں لاہور، گوجرانوالہ، وزیرآباد، گجرات، قصور اور لائلپور کے علاوہ سانگلہ ہل چوہڑکانہ، حافظ آباد، نظام آباد، رام نگر، مانوالہ اور جلّو جیسے چھوٹے چھوٹے دیہات بھی شامل تھے جہاں برطانوی فوج کے مسلح گھڑسوار باؤلے کتے کی طرح پھرتے تھے۔

اس وقت تک کانگریس اور مسلم لیگ کی طرف سے مطالبات، یادداشتوں اور قراردادوں کی صورت میں حکومت انگلشیہ کی خدمت میں پیش جاتے کیے تھے۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف جارحانہ انداز میں مطالبات پیش کرنے کا نیا ڈھنگ اختیار کیا گیا۔ اس انقلابی تبدیلی کا سہرا وسطی پنجاب سے اٹھنے والی تحریک کے سر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جلیانوالہ باغ کے واقعہ سے سیاست کا رُخ تبدیل ہو گیا۔

اوپر وسطی پنجاب کے شہروں اور بعض دیہات کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات پر حکومت کی بربریت اور تشدد کے واقعات کا ذکر ہو جائے۔

# امرتسر

امرتسر کا تفصیلی ذکر آ چکا ہے لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد کم از کم دس ہزار افراد کو بالکل جھوٹے اور غلط الزامات میں گرفتار کیا گیا۔ انہیں قلعہ گوبند گڑھ سے ملحق وسیع میدان میں عارضی، معمولی اور ویرانے نما انتظامات کے تحت رکھا جاتا تھا۔ جیلوں میں جگہ نہ تھی۔ معزز اور تعلیم یافتہ افراد کو زیادہ اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ انھیں رسوا کرنے کے لیے ہتھکڑیاں پہنا کر بازاروں میں گھمایا جاتا تھا۔ بے گناہوں سے جبرًا اقرار جرم کرایا جاتا تھا۔ ایک شخص جبر و تشدد کے باوجود جرم کا اقرار کرنے سے انکار کرنے پر مصر رہا تو اس کے منہ میں زبردستی پیشاب انڈیلا گیا۔

نگو اور رلو دو بدقماش اشخاص تھے۔ قمار بازی کی کمائی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف تحریک اٹھی تو تائب ہو کر قومی تحریک میں شامل ہو گئے۔ امرتسر میں لنگر عام لگا دیا۔ جہاں ہر شخص کے لیے دال روٹی کا وسیع انتظام تھا اس سے قومی کارکن بھی استفادہ کرتے تھے۔

امرتسر میں مارشل لاء نافذ ہوا تو دونوں کو دال روٹی کھانے قومی کارکنوں اور دیگر اشخاص کو مفت کھلانے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ ملٹری کورٹ سے عمر قید کی سزا ہوئی۔ جیل میں کئی برس آہنی پنجروں میں گزارے، رہا ہوئے تو قوم نے نگو کو چودھری بگا مل اور رلو کو مہاشہ رتن چند بنا دیا جبکہ چاچا محمدی بھی مارشل لاء ضابطوں کے تحت گرفتار ہوا تھا۔ عمر قید کی سزا پائی تھی۔ جب رہا ہوا تو کسمپرسی کے عالم میں باقی زندگی گزار دی۔ کوئی پرسان حال نہ تھا۔ نہ حکمران نہ عوام۔ قید نے صحت کی دیواروں کو ہلا دیا تھا۔ آخری عمر میں کلچے زیچ کر وقت کو دھکا دیتا تھا۔

اس کو نا قدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں۔

یہاں ایک بیوہ کی دردناکی اور رئیس کی سفاکی کی سچی داستان کا ذکر بہت ضروری ہے۔ اس سے خود غرضی، لالچی اور قوم فروش کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ غیر ملکی آقاؤں سے انعام واکرام اور اعزاز حاصل کرنے کے پس منظر سے پردہ اٹھتا ہے۔ قبیح اور منحوس سیاہ چہرے بے نقاب ہوتے ہیں۔ ان کی بھیانک صورتیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کا عبرتناک

انجام بڑا ہی سبق آموز ہے۔

صدیق کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ وہ بیوہ ماں کا واحد آسرا تھا۔ والدہ صدیق کو دیکھ کر جیتی تھی۔ ماں نے فاقوں کو ٹالنے کے لیے امرتسر کے ایک رئیس کے گھر نوکری کر رکھی تھی مارشل لاء نافذ ہوا تو حکومت نے انگریز مقتولین کے قاتلوں کی گرفتاری کے لیے خطیر انعامات کا اعلان کیا۔

اس رئیس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اس کی حریص نگاہوں کے سامنے صدیق گھومنے لگا۔ اس نے چرب زبانی سے صدیق کی ماں کو شیشے میں اتار لیا۔ صدیق کو حوالہ پولیس کیا اور قتل کے جرم کا اقبالی بیان ریکارڈ کرا دیا۔

کئی دن گزر گئے۔ صدیق واپس نہ آیا۔ ماں کی ممتا کے دامن صبر و شکیبائی نے جواب دے دیا۔ اس نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ رئیس کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس نے سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن ماں کی ممتا کے لیے رئیس کے الفاظ قرار بخش نہ تھے۔ رئیس کے کرتوت گلی محلہ سے نکل کر شہر بھر میں پھیل گئے۔ ادھر قتل کے الزام میں ملٹری کورٹ میں صدیق پر مقدمہ چل رہا تھا۔ ادھر پورا شہر رئیس کو مطعون کر رہا تھا۔ مغلظات سنا رہا تھا۔ آخر کار بیوہ ماں کی واحد لاٹھی ٹوٹ گئی۔ صدیق واپس آیا مگر زندہ نہیں ——— حکام نے پھانسی کے بعد اس کی لاش رئیس کے حوالے کی۔ رئیس کو خان بہادر کے خطاب سے نوازا اور کئی مربع زمین انعام میں عطا کی۔ رئیس نے صدیق کی لاش اس کی ماں کے سپرد کر دی اور انعام و اکرام اپنی جیب میں ڈالے۔

دھوکہ دہی اور فریب کاری کا انجام کیا ہوا؟

اہل امرتسر خوب جانتے ہیں۔ رئیس کا خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے تھے ایک کو عید کے روز کٹرہ گنھیاں میں امرت ٹاکیز کے سامنے تہ تیغ کیا گیا۔ دوسرا کاروباری نقصانات کی تاب نہ لا کر انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوا۔ خان بہادر ریل گاڑی سے گر گئے۔ ٹانگ کٹ گئی۔ زخموں میں کیڑے دوڑنے لگے۔ بیوی صدمات کی شدت سے راہیٔ ملکِ عدم ہو گئی غرض پورا خاندان اجڑ گیا۔

——— قوم سے بے وفائی کا انجام اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہوتا ہے۔

## گجرانوالہ

اس کی کہانی بھی بڑی دردناک اور بے گناہوں کے خون سے رنگین ہے۔ چوہڑکانہ اور سانگلہ ہل کے دیہاتوں میں چھ اپریل کو ہڑتال ہوئی۔ لیکن گجرانوالہ شہر خاموش رہا۔ بیساکھی کے میلہ میں گرد و نواح سے لوگ گجرانوالہ آئے تو انھوں نے شہریوں کو لاتعلقی اور بے حسی پر ملعون کیا۔ اسی اثناء میں امرتسر اور قصور کے خونچکاں واقعات کی اطلاعات پہنچ چکی تھیں۔ عوام مشتعل ہو گئے اور ۱۴ اپریل کو مکمل ہڑتال ہوئی۔ ہجوم نے تحصیل، ڈسٹرکٹ کورٹ، ڈاک بنگلہ، چرچ اور ریلوے سٹیشن کو نذر آتش کر دیا۔ حکومت نے حالات کو قابو میں لانے کے لیے تشدد کی انتہا کر دی۔ شہر اور نواحی دیہات کے نہتے لوگوں پر ہوائی جہاز سے بم گرائے گئے۔ مشین گن سے گولیاں برسائیں۔ ایک بم اسکول کے طالب علموں کے بورڈنگ ہاؤس پر گرا گیا۔

اور ایک اور بم گرائے جانے کی داستان ہواباز کی زبانی سنیں:

"میں نے ایک کھیت میں بیس یا تیس آدمیوں کو دیکھا۔ یہ آپس میں گفتگو میں مصروف تھے۔ میں نے ان پر بمباری شروع کر دی۔ میں نہیں جانتا وہ کون تھے؟ کیا وہ قانون شکنی کے ارادہ سے جمع ہوئے تھے؟ لیکن میں نے ان پر بم گرائے کیونکہ مجھے مجمع کو منتشر کرنے کا حکم ملا ہوا تھا۔"

کرنل اوبرائن ایک شقی القلب افسر گجرانوالہ میں تعینات تھا۔ اسے چیف سیکریٹری پنجاب کی آشیر باد حاصل تھی۔ اس نے ساٹھ سالہ ادھیڑ عمر گوہر سنگھ نمبردار کو گرفتار کیا۔ گوہر سنگھ نے جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اس کے دو بیٹے پولیس کو مطلوب تھے۔ وہ پولیس کو نہیں مل رہے تھے پولیس نے بیٹوں کی جگہ باپ کو گرفتار کر کے خانہ پری کر لی گوہر سنگھ نے پولیس کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ اسے بیٹوں کا اتا پتا معلوم نہیں ہے۔ لیکن اس کی تمام جائیداد ضبط کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا۔ اسے نمبرداری سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اسی پہ اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی فصلوں کو کاٹنے اور اٹھانے والوں کو گولی سے اڑا دینے کا حکم جاری کر دیا گیا۔

وزیرآباد، حافظ آباد، نظام آباد کے چھوٹے چھوٹے قصبات بھی احتجاج میں شریک تھے سانگلہ ہل، چوہڑکانہ، ماہنا والہ اور رام نگر کے دیہاتوں میں بھی احتجاج کی صدائیں بلند ہوئیں۔ حکام نے دیہاتی خواتین کو گھروں سے باہر نکال کر زدوکوب کیا۔ ایک بوڑھے برطانوی افسر مسٹر بوس ورتھ اسمتھ نے عورتوں کو قطار میں کھڑے کر کے ان کے چہروں سے گھونگٹ اپنی چھڑی سے نوچے۔ انھیں گندی گالیاں دیں اور یہ تک کہا:

"تم رات کو اپنے شوہروں کے ساتھ ہم بستر تھیں تو انہیں اس وقت باہر جانے سے کیوں نہ روکا؟"

قصور:

عوام نے اکٹھے ہو کر شہر پر حملہ کیا، تیل کے ڈپو، ریلوے سگنل اور ٹیلی فون کی تاروں کو نقصان پہنچایا۔ ریلوے اسٹیشن کے فرنیچر اور ٹکٹوں کو نذر آتش کیا۔ ہجوم نے باہر کے سگنل کے قریب، قصور آنے والی ریل گاڑی کو روک کر انگریز مسافروں کو تشدد کا نشانہ بنانا چاہا۔ مسٹر نظام محی الدین ایڈووکیٹ نے ایک انگریز میاں بیوی اور ان کے بچوں کو مشتعل ہجوم کے نرغے سے نکالا۔

عوام کو حکومت کے تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔ طالب علموں کو سرعام کوڑے مارے گئے۔ دس ہزار افراد کو شناخت کرانے کے لیے پریڈ کرنا پڑی۔ گرفتار شدگان سے ایک سو پچاس افراد کو پنجرے میں بند کر کے ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر رکھ دیا گیا۔ ہندو سادھوؤں کو جسموں پر سفیدی کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک شخص کو درخت سے باندھ کر چھ کوڑے مارے گئے کیونکہ اس نے ٹیلی فون کے تار کاٹنے کی رپورٹ حکام کو نہیں دی تھی۔ حالانکہ اس شخص کا تعلق اس علاقے سے سرے سے نہ تھا۔ ایک بارات کو کرفیو کی خلاف ورزی کرنے پر پکڑ لیا۔ باراتیوں کو کوڑوں کی سزا دی گئی۔

لاہور:

یہاں اگرچہ کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا، کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ یہاں تک کہ برطانوی نژاد شہری معمول کے مطابق گھومتے پھرتے رہے عوام نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ امرتسر

کے ساتھ یک جہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۱۱ اپریل کو ہڑتال کی۔ لیکن حکومت کے طبع نازک پہ عوام کی یہ جرات مندی بھی گراں گزری۔ شاید اس لیے کہ حکمران صوبائی حکومت کے دارالخلافہ میں احتجاج سے خائف تھے۔ احتجاج کے اثرات سرکاری دفاتر کے عملہ کو بھی متاثر کرسکتے تھے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مقامی با اثر افراد کو بلاکر ہڑتال ختم کرانے کے لیے دباؤ ڈالا۔ چنانچہ یہ لوگ بادشاہی مسجد پہنچ کر لوگوں کو پندونصائح کرنے لگے لیکن عوام نے ہڑتال ختم کرنے سے انکار کردیا۔

سرکار کے ایما پر منعقدہ اس اجلاس کو بعد میں "اقدام بغاوت" قرار دے دیا گیا۔ ساتھ ہی ہندو مسلم اتحاد کو ختم کرنے کے لیے یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ بادشاہی مسجد میں ہندوؤں نے منبر رسول ؐ پر کھڑے ہوکر تقاریر کی ہیں۔ اس شرارت کا مقصد یہ تھا کہ وہ مشتعل ہوکر ہندوؤں کے خلاف ہوجائیں گے اور یوں اتحاد پارہ پارہ ہوجائے گا۔ ایسا ہی مذموم حربہ حکومت نے گوجرانوالہ میں بھی استعمال کیا تھا۔ وہاں ایک سور کو ہلاک کرکے مسلمانوں کے محلوں میں پھرایا گیا۔ تاکہ مسلمان مشتعل ہوکر غیر مسلموں سے الجھ جائیں اور ان کا رخ برطانوی سرکار کی طرف سے پھر جائے۔ لیکن حکومت کو اوچھے ہتھکنڈوں سے کچھ حاصل نہ ہوا۔

ڈپٹی کمشنر نے جن بااثر مقامی افراد کو بلاکر ہڑتال ختم کرانے کے لیے بادشاہی مسجد میں مجمع کو خطاب کرنے کی استدعا کی تھی، بعد میں حکومت نے اس اجلاس کو خلاف قانون قرار دیا بلکہ اسے "اقدام بغاوت" سے تعبیر کیا۔ اس اجتماع کے مقررین پر بغاوت کے الزامات میں مقدمات قائم ہوئے اور انھیں سزائیں ہوئیں۔ جن حضرات کو سزائیں ہوئیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

بادشاہی مسجد میں گیارہ افراد تقریر کرنے کے جرم میں ماخوذ تھے جن میں سے تین مسلمان تھے اور آٹھ غیر مسلم

لالہ ہرکشن لال، رام بھج دت، دونی چند، موتا سنگھ اور علاؤالدین کو بغاوت کے الزام میں دفعہ ۱۲۱، ۱۲۱ الف انڈین پینل کوڈ کے تحت عمر قید کے لیے کالا پانی بھیج دیئے اور ان کی تمام جائیدادیں ضبط کرنے کی سزائیں سنائیں گئیں۔ باقی ملزموں کو بری کردیا گیا۔

لاہور میں جن مکانات کی دیواروں پر مارشل لاء سے متعلق اعلانات چسپاں ہوتے تھے ان کی حفاظت کی ذمہ داری مکینوں پر تھی۔ اسے نوچنے یا پھاڑنے والے کی اطلاع حکام کو دینا مکین کا فرض تھا۔ بصورت دیگر وہ مارشل لاء ضابطوں کے تحت سزا کا مستوجب تھا ـــــــ کرنل جانسن نے ہنٹر کمیٹی کے سامنے اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا کہ سناتن دھرم کالج کے اساتذہ اور پانچ صد طلباء کو تین میل دوڑا کر دن بھر دھوپ میں اس لیے کھڑا رکھا گیا کہ وہاں مارشل لاء کا پوسٹر بعض نامعلوم افراد نے پھاڑ دیا تھا اور ان سے جب پوچھا گیا کہ تم نے کچھ طلباء کو دھوپ میں سترہ میل پیدل چلایا ہے تو اس نے احتجاجاً کہا!

"جی نہیں ـــ سولہ میل صرف"

لاہور میں ایک بارات کو دلہا، دلہن اور نکاح خواں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں شب عروسی حکام کی تحویل میں گزارنی پڑی۔ حکام نے بارات کے اجتماع کو خلاف قانون قرار دے کر مارشل لاء ضابطہ کے تحت کاروائی کی اور سب کو کوڑے لگائے۔

ملک محمد حسین نے کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ایک فوجی افسر نے انھیں مارا۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ضربات کو ہاتھ پر روکنے کی کوشش کی۔ اسے اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا اور بیس کوڑوں کی سزا کا حکم سنایا۔

۱۸ اپریل کو فوج کا ایک دستہ ملّو گاؤں میں وارد ہوا۔ کیونکہ حکام کو بتایا گیا تھا۔ کہ واہگہ کا ریلوے اسٹیشن جلانے والے زیادہ تر اسی گاؤں سے آئے تھے۔ گاؤں کے مکھیہ اور دوسروں نے اس اطلاع کی تصدیق کرنے سے انکار کیا۔ چنانچہ گاؤں کے تین مکھیہ اور چار دوسرے با اثر افراد کو زد و کوب کیا گیا۔ گاؤں کے ذیل دار، دو مکھیہ اور پانچ دیگر افراد گرفتار کر لیے گئے۔

صرف لاہور میں ۵۸۱ افراد پر بغاوت کے مقدمات قائم ہوئے، ۱۰۸ کو موت کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ ۲۶۵ اشخاص کو حبس دوام بعبور دریائے شور کا حکم ہوا۔ ۵۰ کو دس سال کی سزا ہوئی۔ ۷۵ کو سات سال اور باقی کو مختلف مدت کی سزائیں دی گئیں۔ قید کی سزاؤں کی مجموعی مدت ۷۳۷ برس بنتی ہے۔ کوڑوں، جرمانوں اور جائیدادوں کی ضبطی کی

تفصیلات دستیاب نہیں ہوسکیں ۔ ظلم وستم کی یہ داستان اس شہر کی ہے جہاں "ہنگامہ" نہیں ہوا ۔ "شورش" نہیں ہوئی، کسی کا خون نہیں بہا، یہاں تک کہ کسی کو خراش نہیں آئی دیگر مقامات پر حکومت کے ظلم و تعدی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے ۔

## شیخوپورہ

یہاں کے تمام وکلا کو گرفتار کرلیا گیا ۔ اور چھ ہفتے تک حبس بے جا میں رکھا گیا ۔ انھیں ہتھکڑیاں پہنا کر بازاروں میں پھرایا گیا ۔ عوام کو اکٹھا کر کے دھوپ کی ناقابلِ برداشت تمازت میں کھڑا کیا گیا، وکلاء کے ساتھ بدکلامی کی ۔ انھیں دھوکہ باز اور کمینہ کہا ۔

گوہر سنگھ ریٹائرڈ پولیس انسپکٹر کو اس کے بیٹوں کی جگہ یرغمال بنایا ۔ اسے ہتھکڑیاں پہنا کر ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرایا گیا ۔ اور اس کی جائیداد ضبط کر لی گئی ۔

## لائل پور :

لائل پور میں وکلا کو وسیع پیمانے پر گرفتار کیا گیا تاکہ وہ بے گناہوں کو قانونی امداد بہم نہ پہنچا سکیں اور حکومت جھوٹے گواہوں کے ذریعہ متعصب منصفوں سے سزائیں دلوا سکے ۔ حکومت نے دوسرے اضلاع کے وکلاء پر لائل پور کی عدالتوں میں پیش ہونے پر پابندی عائد کر دی ۔ لاہور کے ایک وکیل کو گرفتار کر کے سزا دے دی گئی کیونکہ وہ لاعلمی کی بنا پر لائل پور کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے آ گیا تھا ۔

یہاں اگرچہ ۱۷ اپریل کو مکمل ہڑتال تھی ۔ لیکن کوئی بدنظمی اور فساد نہیں ہوا ۔ نہ ہی کوئی غیر قانونی اجتماع ہوا ۔ البتہ ریلوے مال گودام کے یارڈ میں پڑے ہوئے بھوسے کے بنڈلوں کو آگ لگ گئی ۔ یہ تیز ہوا کی وجہ سے بہت زیادہ پھیل گئی ۔ آگ لگنے کی وجوہات و اسباب معلوم نہیں ہو سکے ۔ حیران کن امر یہ ہے کہ گودام کے تھوڑے فاصلہ پر فوج کی چوکی قائم تھی ۔

## گجرات :

گجرات میں ہڑتال رہی ۔ مشتعل ہجوم نے مشن ہائی اسکول کو بند کرا دیا ۔ ہجوم ایک دوسرے سکول کو بند کرانے پہنچا لیکن وہ پہلے سے بند تھا ۔

بعد دوپہر ایک ہجوم ریلوے اسٹیشن پر حملہ آور ہوا ۔ راستہ میں اس نے سٹریٹ لائیٹس

کو نقصان پہنچایا۔ اسٹیشن کا ریکارڈ نذرِ آتش کر دیا۔ ٹیلی فون کے تاروں کو کاٹ دیا گیا۔ مجسٹریٹ کے حکم پر پولیس نے گولی چلائی۔ جلسے جلوسوں پر پابندی لگادی گئی اور دکانوں کو زبردستی کھلوایا گیا۔ دوسرے روز لوگوں نے اکٹھے ہو کر مظاہرہ کرنے کی کوشش کی لیکن پولیس کی فائرنگ نے لوگوں کو منتشر کر دیا۔

## تحقیقات:

رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج کے نتیجہ میں خونریزی کی تحقیقات کرنے کے لیے حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا۔ اس کا سربراہ لارڈ ہنٹر کو مقرر کیا گیا۔ تاریخ میں یہ کمیشن ہنٹر کمیٹی کے نام سے مشہور ہے۔

کمیشن نے تمام حالات کا تفصیلی جائزہ لیا۔ چشم دید گواہوں کے بیانات قلمبند کیے متاثرین اور زخمیوں کو بھی رائے دینے کا موقع فراہم کیا گیا۔

ہنٹر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں جلیانوالہ باغ کی فائرنگ کو مجرمانہ قرار دیا۔ اس سلسلہ میں ڈائر کے علاوہ دوسرے فوجی افسروں پر بھی شدید نکتہ چینی کی گئی۔

سرکاری تحقیقاتی کمیٹی کے علاوہ انڈین کانگریس نے بھی ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی جس میں جلیانوالہ باغ کے قتل عام کو معصوم نہتے اور بے گناہ لوگوں کے خلاف غیر انسانی قدم قرار دیا۔ اور مطالبہ کیا کہ ڈائر کے خلاف مقدمہ چلایا جائے اور وائسرائے کو برخاست کیا جائے۔

یہ رپورٹ ۲۰ فروری ۱۹۲۰ء کو شائع ہوئی اور اس کی اشاعت کے صرف ایک ماہ بعد جنرل ڈائر کو برطرف کر دیا گیا۔

اس قدر طویل اور صبر آزما جد و جہد اور بیش بہا قربانیوں کے صلہ میں آزادی کی نعمت حاصل ہوئی۔

یہ کسی فوری عمل یا ردعمل کا نتیجہ نہ تھا ایک زندہ قوم کی حیثیت سے ان عظیم المرتبت انسانوں کے عدیم النظیر کارناموں کو یاد رکھنا قومی فریضہ ہے۔ یہ ہماری تاریخ آزادی کا بیش قیمت سرمایہ ہیں جس کے ہم جائز وارث، مالک اور امین ہیں۔

اگر تاریخ کے اوراق سے ان کے کارناموں کو خارج کر دیا کر دیا جائے تو کوئی سوادِ تحریر

نظر نہیں آئے گا۔ انہیں فراموش کرنا احسان ناشناسی اور کم ظرفی ہے اگر انھیں بھلا دیا گیا تو زمانہ بھی ہمیں یاد نہ رکھے گا۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

## صوبہ سرحد :

صوبہ سرحد میں ۶ اپریل کو رولٹ ایکٹ کے خلاف زبردست ہڑتال ہوئی اور خان عبدالغفار خان نے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے رولٹ ایکٹ کی شدید مذمت کی اس سے گھبرا کر حکومت نے باچا خان کو گرفتار کر لیا۔ انھیں مردان جیل میں خطرناک قیدی کے طور پر رکھا گیا۔ ان کا حوصلہ توڑنے کے لیے تشدد کے کئی حربے آزمائے لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

ان کی گرفتاری کے بعد فوج نے اتمان زئی کے پورے علاقہ کو گھیرے میں لے لیا۔ قصبہ کے تمام باشندوں کو گرفتار کر کے آزاد نیشنل سکول کے قریب رکھا۔ فوج پورے گاؤں کو توپ سے اڑا دینا چاہتی تھی لیکن حنگ جو پٹھان باچا خان کی تربیت کے باعث پرامن رہے اور عدم تشدد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا نہ ہی کسی کے پائے استقلال میں لغزش آئی۔

فوج نے گاؤں کو بے رحمی سے لوٹا، گاؤں کو تیس ہزار روپے اجتماعی جرمانے ادا کرنے کی سزا دی گئی۔ فوج نے غریب دیہاتیوں سے ایک لاکھ روپے سے زائد رقم اکٹھی کی ایک سو سے زائد اشخاص کو یرغمال بنا کر جیل میں ٹھونس دیا جرمانہ کی رقم وصول ہوتے پر انھیں رہائی نصیب ہوئی۔

۶ اپریل کو دہلی میں ایک بڑے اجتماع پر فائرنگ کی۔ اس سے کئی افراد مارے گئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔

## گورنر پنجاب :

پنجاب کا گورنر سر مائیکل اڈوائر پورے پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے جیل خانے میں تبدیل کر دینا چاہتا تھا، اپنی من مانی کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس نے کم مظالم نہیں توڑے لیکن اس کا دل ابھی بھرا نہ تھا۔

مورخوں نے جلیانوالہ باغ کے خونریز واقعہ کی ذمہ داری پنجاب کے گورنر پر بھی ڈالی ہے۔ بے گناہوں کے خون سے گورنر پنجاب کا دامن بھی داغدار نظر آتا ہے" گاندھی اور انارکی" کے مصنف مسٹر نائٹ نے سفاکی اور بربریت کا ذمہ دار تنہا گورنر پنجاب کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن جب یہی خونخوار، وحشی گورنر اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو کر وطن واپس جانے لگا تو پنجاب کے پیران طریقت اور مشائخ عظام نے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں پہنچ کر اس کے حضور سپاسنامہ پیش کیا جس میں اس کی خدمات کو سراہا گیا تھا۔ اور اس کے احسانات کا اعتراف کیا تھا جو اس نے اپنے عہد میں اہل پنجاب پر کیے تھے۔

یہ حال تھا ازلی خوشامدیوں اور چاپلوسوں کا جنہوں نے ہم وطنوں کی مظلومیت کو فراموش کر دیا اور گورنر کے قصیدے پڑھنے لگے۔ حالانکہ گورنر کے ہم وطن اس کی شقاوت قلبی پر طعنہ زن تھے اور اسے مطعون کرتے تھے لیکن اسلام کے نام نہاد عشاق کو اس کے ظلم و تشدد میں حسن و جمال نظر آتا تھا۔ ان کے نزدیک پنجاب کے بے گناہوں کا قتل عام بھی پنجاب کی خدمات اور پنجاب پر احسانات کے مترادف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ طائفہ سفاکی اور بربریت پر خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔ اس کے "کارناموں" کا قصیدہ گو تھا۔ اس کے رخصت ہونے پر غمزدہ تھا۔ منافقت کی انتہا یہ ہے کہ نووارد گورنر کو وفاداری، تابعداری اور اطاعت گزاری کی یقین دہانیاں کرانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ سپاسنامہ میں اس قدر پستی کا مظاہرہ کیا گیا جسے پڑھ کر انسانی عزو شرف سر پیٹنے پر مجبور ہو جائیں۔

## رام محمد سنگھ آزاد:

اسلام کے نام نہاد علمبرداروں، پیرزادوں اور محافظوں کا بھیانک کردار آپ دیکھ چکے ہیں لیکن اس کے برعکس ایک سکھ نوجوان اُدھم سنگھ کے جذبۂ حریت اور وطن دشمنوں سے انتقام کی داستان آزادی کا سنہرا باب ہے۔ اس کی سرفروشی کی کہانی اگرچہ دراز ہے لیکن مختصراً یہ ہے کہ جلیانوالہ باغ کے خونیں واقع نے اس کے سینے میں انتقام کی آگ بھر دی تھی۔ وہ امریکہ چلا گیا۔ وہاں اس کا رابطہ انقلابیوں سے ہوا۔ بھگت سنگھ کے کہنے پر واپس ہندوستان لوٹ آیا، لیکن اس کا سینہ انتقام کے جذبہ سے معمور تھا۔

وہ اپنے شکار سابق گورنر پنجاب سر مائیکل اڈوائر کی تلاش میں رہا۔ وہ اس کے خون سے اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ آخر کار اس کی امید بھر آئی۔ انتظار کی طویل مدت ختم ہو گئی۔

۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو سر مائیکل اڈوائر نے لندن کے کاکسٹن ہال میں ایک اجتماع سے خطاب کرنا تھا اس کی صدارت سیکریٹری آف اسٹیٹ لارڈ زٹلینڈ کر رہے تھے۔ اُدھم سنگھ مسلح ہو کر یہاں پہنچ گیا۔

جب اڈوائر تقریر ختم کر کے کرسی پر بیٹھنے کے لیے گھوما تو ہال میں گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی اڈوائر زمین پر گر گیا۔ اس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکا اس طرح اُدھم سنگھ نے ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کے خون کا بدلہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو چکا دیا۔ اس نے بڑی دلیری سے اعتراف کرتے ہوئے کہا:

"میں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ میرا سینہ انتقام کی آگ سے دہک رہا تھا۔"

پولیس کو اس نے اپنا نام رام محمد سنگھ آزاد بتایا۔

اس پر اقدام قتل کا مقدمہ چلا۔ اپنا بیان ریکارڈ کرنے سے قبل اس نے حلف "ہیر وارث شاہ" پر اٹھایا۔

"میں وطن کے لیے جان قربان کر رہا ہوں"۔

یہ تھے رام محمد سنگھ آزاد کے آخری الفاظ جو اس نے تختہ دار پر جانے سے قبل بڑی بہادری اور جرأت مندی سے کہے۔

## ضمیمہ

## جدوجہد آزادی کے جاں نثار اُدھم سنگھ کے خطوط

(۱)

محمد سنگھ آزاد

بریکسٹن جیل

15-3-1940

پیارے ہیر سنگھ

دوست مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں تمھارا نام پورا نہیں جانتا، برائے مہربانی

وہ اپنے شکار سابق گورنر پنجاب سر مائیکل اڈوائر کی تلاش میں رہا۔ وہ اس کے خون سے اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ آخر کار اس کی امید بر آئی۔ انتظار کی طویل مدت ختم ہو گئی۔

۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو سر مائیکل اڈوائر نے لندن کے کاکسٹن ہال میں ایک اجتماع سے خطاب کرنا تھا اس کی صدارت سیکریٹری آف اسٹیٹ لارڈ زٹلینڈ کر رہے تھے۔ اُدھم سنگھ مسلح ہو کر یہاں پہنچ گیا۔

جب اڈوائر تقریر ختم کر کے کرسی پر بیٹھنے کے لیے گھوما تو ہال میں گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی اڈوائر زمین پر گر گیا۔ اس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکا اس طرح اُدھم سنگھ نے ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کے خون کا بدلہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو چکا دیا۔ اس نے بڑی دلیری سے اعتراف کرتے ہوئے کہا:

"میں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ میرا سینہ انتقام کی آگ سے دہک رہا تھا۔"

پولیس کو اس نے اپنا نام رام محمد سنگھ آزاد بتایا۔

اس پر اقدام قتل کا مقدمہ چلا۔ اپنا بیان ریکارڈ کرنے سے قبل اس نے حلف "ہیر وارث شاہ" پر اٹھایا۔

"میں وطن کے لیے جان قربان کر رہا ہوں"۔

یہ تھے رام محمد سنگھ آزاد کے آخری الفاظ جو اس نے تختہ دار پر جانے سے قبل بڑی بہادری اور جرأت مندی سے کہے۔

## ضمیمہ

## جدوجہد آزادی کے جلیل شہید اُدھم سنگھ کے خطوط

(۱)

محمد سنگھ آزاد
بریکسٹن جیل
۱۵-۳-۱۹۴۰

پیارے ہیرا سنگھ

دوست مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں تمہارا نام پورا نہیں جانتا، براہ مہربانی

تم مجھے یہاں چند کتابیں ارسال کر دو تاکہ میں یہاں اپنے آپ کو مصروف رکھ سکوں کیونکہ میرے پاس یہاں مطالعہ کے لیے کافی وقت ہے۔

بہتر یہ ہوگا کہ تم مجھے اردو یا گورمکھی زبان میں کتابیں بھیجو، لیکن کتابیں مذہبی نہ ہوں کیونکہ میں مذہب پر یقین نہیں رکھتا۔ مجھے یقین تھا کہ مجھے موہن سنگھ سے چند کتابیں مل جائیں گی۔ لیکن وہ واپس گیا ہے اور میں تمھیں جو کہ گوردوارہ کے انچارج ہو نہیں جانتا میں ایک قیدی ہوں، اور تمھیں جیل سے خط لکھ رہا ہوں۔ مجھے یہاں پر رہنا ہے۔ میرے کئی باڈی گارڈز ہیں اور میری یہاں پر اچھے طریقے سے دیکھ بھال کی جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ میں دوبارہ پیدا ہوں گا۔ اس وقت جب تم سب بوڑھے ہو چکے ہوگے۔ میرے خلاف جو مقدمہ ہے مجھے اس کا کافی سالوں سے انتظار تھا۔

میں نے تمھیں ہندوستانی میں خط نہیں لکھا ہے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ تم سمجھ گئے ہوگے کہ مجھے کس قسم کی کتابیں چاہییں۔ مجھے تاریخ اور ہندوستانی اخبارات پر کتابیں چاہییں۔ میں تمھیں بتا دیتا ہوں کہ تم کتابوں کے اخراجات برداشت نہیں کروگے میں زیادہ باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم نے مجھے کتابیں بھیج دیں تو میں تمھارا بہت شکر گزار ہوں گا۔

اچھا خدا حافظ

تمھارا گنہ گار

محمد سنگھ آزاد

برکٹسن جیل لنڈن کے ہسپتال سے

نوٹ

(میں اب ہز میجسٹی شاہ جارج کا مہمان ہوں)

(پتہ) مسٹر سنگھ صاحب

۷۹ سنکلیر روڈ شیپرڈ بش لنڈن۔ ۱۴۔ ڈبلیو

(۲)

برکٹسن جیل

نمبر ۱۰۱۰

۳۰-۳-۱۹۴۰

پیارے مسٹر جہال سنگھ

میں آپ کی کتابیں واپس بھیج رہا ہوں۔ آپ کی مہربانی سے میرے آخری کچھ دن انہیں پڑھتے ہوئے گزر گئے۔ کیا آپ ان کتابوں کی واپسی پر کچھ اور کتابیں بھیج کر مجھ پر مہربانی فرمائیں

ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں یہاں جیل میں کیوں ہوں کیونکہ مجھے یہ جگہ بڑی پسند ہے اور میرا وزن بڑھ رہا ہے۔ یہ کم از کم پانچ پونڈ سے زیادہ ہو گیا ہے۔ جب سے میں شاہی خاندان کا مہمان ہوا ہوں مجھے اس بات سے انکار کرنے کی ذرا پروا نہیں کہ میں مرنے کے لیے پیدا ہوا ہوں اور مجھے ضرور مرنا ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ اس ملک میں رہنے والے بہت سارے ہندوستانی میرے خلاف ہیں لیکن مجھے صرف ایک چیز کی پروا ہے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ کون میرے وکیل اور کونسل کا انتظام کر رہا ہے۔ یہ بہت مہنگا مقدمہ ہے اور میں ان کا روپیہ اس مقدمے پر خرچ کروانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں کہیں بھی جانے کو تیار ہوں اور میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو گا۔ وہ میرے لیے بے معنی ہے اور پھر لوگ میرے لیے کیونکر تکلیف کر رہے ہیں میں اتنی جلدی مرنے سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں پھانسی سے شادی رچا رہا ہوں گا مجھے افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ میں اپنے وطن کا سپاہی ہوں۔ تقریباً دس سال ہو چکے ہیں جب میرا بہترین دوست مجھے چھوڑ گیا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ موت کے بعد میں اسے دیکھوں گا کیونکہ میرا انتظار کر رہا ہے۔ اسے ۲۳ تاریخ کو پھانسی دی گئی تھی۔ اور مجھے امید ہے کہ میں بھی اس تاریخ کو پھانسی پر لٹکایا جاؤں گا۔ چنانچہ اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ کون لوگ میری مدد کر رہے ہیں تو مہربانی کر کے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیں مجھے خوشی ہو گی اگر وہ ایک قاتل کی مدد کرنے کی بجائے اپنا روپیہ تعلیم پر خرچ کریں۔

۱۔ تمام لوگوں کو خدا حافظ اور مہربانی کر کے مجھے کتابیں جلدی بھیجنا۔ یاد رکھیے گا میرے پاس وقت ہے اور میں یہاں رہی کچھ کرنا چاہتا ہوں اور ایک دعائیہ کتاب بھی بھیجیے گا۔

آپ کا

محمد سنگھ آزاد

پتہ

مسٹر جہال سنگھ

سیکریٹری گوردوارہ

۷۹ سنکلیر روڈ لنڈن ۱۴